The plot-compositional level of Alisher Navai's "Leyla Majnun"

علی شیر نوائی کی داستان لیلیٰ مجنوں کے عناصر ترکیبی

Dr. Muhayya Abdurahmanova

Department of languages South and South-East Asia Tashkent State University of Oriental Studies

Annotation:

The story of "Leyla and Majnun" is similar to Shakespeare's "Romeo and Juliet" in terms of emotional impact, and has been over the centuries. The old legend about the unhappy love of the young man Keys, nicknamed "Majnun" ("Madman"), for the beautiful Leyla is based on real events that took place on the territory of the Arabian Peninsula in the 7th century. This tragic love story had a significant impact on the various cultures of the peoples of the East. In the 12th century, the largest romantic poet in Persian epic literature, Nizami Ganjavi, who was born and lived in the city of Ganja (the territory of modern Azerbaijan), based on this legend, wrote a poem that became one of the parts of his Hamsa ("Pyateritsy" - a collection of five epic poems) . Nizami's "Five" turned out to be a powerful impetus to the development of all oriental poetry. The themes that Nizami chose from history and folklore formed the basis of the collections of epic poems "Five" created by such outstanding poets as Alisher Navoi, Mohammed Fizuli, Abdurakhman Jami, Amir Khosrov Dehlavi. I would like to draw attention to the fact that "Khamsa" by Navoi is the first work in this genre, created in the Turkic language, since previous works in the "Five" genre were written in Farsi. This work, interpreted by Navoi, is distinguished by its unique style and sound. There is an opinion that through the description of the love of Leyla and Majnun, the poet seeks to express and interpret the highest power of Love in the understanding of the Sufis - love for God. The work glorifies the love of a person for the Creator, and also preaches spiritual values - love and compassion for one's neighbor, the philosophy of boundless, all-encompassing love.

Key words: masnavi, legend, love story, romantic poet , epic literature, poem, Hamsa, a collection of five epic poems, genre, style, spiritual values.

مثنوی فارسی اردو اور وسطی ایشیا کی بعض زبانوں کی اہم صنف سخن ہے—مثنوی کا آغاز فارسی زبان میں ہوا-وہاں سے یہ صنف مختلف زبانوں کے شاعروں نے اپنے ادب میں درآمد کی-

صنف مثنوی کی فنی اور تیکنکی سہولت اور وسعت کے سبب اس میں طویل مواد کو سمونے کی گنجایش ہے-اسی لئے مثنوی کو بیانیہ شاعری کی سوانح کہا جاتاہے-فارسی، چغتائی ترکی اور اردو میں بے شمار مثنویاں لکھی گئیں-ان میں چند مثنویاں مشترکہ شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں-ان میں سے ایک مثنوی لیلیٰ مجنوں بھی ہے-فارسی میں اس موضوع پر پہلی مثنوی نظامی گنجوی نے لکھی جو اس کے خمسہ میں شامل ہے-نظامی کی مثنوی میں لیلیٰ مجنوں سے استفادہ کرتے ہوئے چغتائی ترکی کے مشہور صوفی شاعر میر علی شیر نوائی نے چغتائی ترکی زبان میں مثنوی لیلیٰ مجنوں لکھی-

عبدالرحمن جامی کے ہمشیرزادے ہاتفی نے بھی اس موضوع پر فارسی میں ایک مثنوی لکھی-دبستان بیجاپور کے شاعر شیخ محمد شریف عاجز نے ہاتفی کی مثنوی کو ماخذ بنا کر دکنی زبان میں مثنوی لیلیٰ مجنوں تصنیف کی-میر علی شیر نوائی اور عاجز کی دکنی کی مثنویوں کے مطالعے سے دلچسپ حقائق اور نتائج سامنے آسکتے ہیں-پیش آیند اوراق میں میر علی شیر نوائی اور عاجز کا تعارف کراتے ہوئے ان کی مثنویوں کا تقابلی تجزیہ کیا گیا ہے-

مشرقی ادب میں خمسہ نویسی کا ادبی رواج تھا-نشان خاطر رہے کہ خمسہ پانچ مثنویوں کے مجموعے کو کہتے ہیں-بہت سے شعراء نے خمسہ تصنیف کرنے کی کوشش کی لیکن ان میں صرف تین شاعر ہی اس تخلیقی سفر میں کامیاب ہوسکے-ایک تو فارسی گو ہندوستانی شاعر خسرو دہلوی، دوسرے فارسی تاجک شاعر عبدالرحمن جامی اور ازبیک شاعر علی شیرنوائی-

نوائی کا خمسہ پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے—حیرت الابرار، فرہاد شیریں، لیلیٰ مجنوں سبع سیار اور سد سکندری—

آج سے تیرہ سو سال پہلے یعنی ساتویں صدی کے اواخر میں عربی قبائل میں جو پر سوز عاشقانہ نظمیں لوگوں کی ورد زبان ہونے لگیں—ان میں لیلیٰ اور مجنوں کی داستان عشق بھی تھی جس میں جدائی کا کرب اور محبت میں ناکامی کے المیے کو پیش کیا گیا ہے-

بعض عربی ذرائع کے مطابق مجنوں ایک تاریخی شخص تھا اس کا تعلق قبیلہ بنی عامر سے تھا—اس کا اصلی نام قیس ابن ملوح یا قیس ابن مواد تھا—اس کو اپنی ہم قبیلہ لڑکی لیلیٰ سے محبت تھی—اس نے عشق اور درد ہجراں کے متعلق نظمیں بھی کہی تھیں-اس قسم کی معلومات ابن قتیبہ کی "کتاب الشعر او الشعراء" میں بھی درج ہیں—کچھ دوسرے لوگوں نے ان معلومات کو غلط بھی ٹھہرایا ہے-بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ مجنوں ایک فرضی شخص ہے جو اشعار اس سے منسوب کیے جاتے ہیں ان کو دراصل خاندان امویہ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان نے ل لکھے جس کا تخلص مجنوں تھا—بہر حال ساتویں صدی کے نصف دوم میں عرب میں مجنوں کے تخلص سے بہت نظمیں کہی گئیں—ان نظموں میں برابر اضافہ ہوتا گیا-غالباًان نظموں کا لکھنے والا کوئی ایک شخص نہیں تھا-نویں صدی کے علماے ادب حافظ اور ابن معتز کا کہنا ہے لوگوں نے لیلیٰ کے نام پر لکھی سبھی نظموں کو مجنوں کی نسبت دی ہے[1]- بارھویں صدی میں ابو بکر والبی نے ان تمام اشعار کا ایک مجموعہ ترتیب دیا جس کا عنوان دیوان مجنوں تھا اور ان کو مجنوں سے متعلق روایات میں شامل کر دیا-خود یہ روایات انہی نظموں کی بناپر پیدا ہوئی تھیں—بعد میں یہ روایات عرب کی حدود سے نکل کر مشرق قریب و مشرق وسطی کے تمام

[1]"The significance of the creative inheritance of Alisher Navoi in the spiritual and educational development of the humankind" international scientific conference february 11, 2017. Navoi, 2017, p. 122

علاقوں میں مشہور ہوئیں—لیلیٰ مجنوں کے قصے کی شہرت کے متعلق خیال ہے "مشرق میں لیلیٰ مجنوں کو جو شہرت ملی ہے مغرب میں رومیو جیولیٹ کو اتنی نہیں ملی"[2]۔لیلیٰ مجنوں کی داستان ازبیک، عربی، فارسی، آزربایجانی، ترکی، ترکمانی، تاجکی، پنجابی اور اردو میں موجود ہے[3]

فارسی لیلیٰ اور مجنوں کی داستان عشق کو سب سے پہلے آزربایجانی شاعر نظامی گنجوی نے ۱۱۸۸ع میں قلمبند کیا-انہوں نے اپنی اس مثنوی کو عرب کی روایات ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو اپنے عہد کے آزربایجانی ماحول کا آئنہ بنایا—کچھ ہی دنوں میں یہ مثنوی دور دور تک مشہور ہو گئی—اسی دور کے کچھ دوسرے شعرا نے نظامی کی تقلید میں اسی موضوع پر مثنویاں لکھیں جو محفوظ نہیں رہیں—

۱۲۹۹-۱۲۹۸ع میں خسرو دہلوی نے اپنی مثنوی لیلیٰ مجنوں تصنیف کی—انہوں نے نظامی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں کے مضمون و مفہوم اور ساخت میں متعدد تبدیلیاں کیں—مثلاً انہوں نے اس میں ایک باب کا اضافہ کر دیا جہاں نوفل نام کے ایک آدمی کی بیٹی سے مجنوں کی شادی کرائی جاتی ہے-مجنوں اپنے باپ کی خاطر اس شادی پر راضی ہوتا ہے—لیکن پہلی رات کو حجلہ عروسی میں داخل ہوئے بغیر ہی گھر سے نکل کر پہاڑوں پر چلا جاتا ہے—پھر ایک اضافہ یہ بھی ہے کہ لیلیٰ مجنوں کی تلاش کرتی ہوئی صحرا میں آتی ہے اور یہ دونوں جانوروں حتی کہ پودوں کی زیر حمایت ساری رات ساتھ رہتے ہیں-خسرو دہلوی نے نظامی کی لیلیٰ مجنوں کے مضمون اور ساخت میں کچھ اور تبدیلیاں بھی کیں جیسے انہوں نے مجنوں کے سفر حج، حق تعالی سے اس کی التجا اور اسی طرح کی کچھ اور باتیں چھوڑ دیں—

مشرق قریب و مشرق وسطی کے علاقوں میں آباد لوگ جو فارسی بولتے تھے نظامی اور خسرو دہلوی کی داستانوں سے بہرہ ور تھے جب کہ توران اور دوسرے علاقوں کے دانشور طبقہ کے سوا باقی آبادی جن کو فارسی نہیں آتی تھی اس داستان کو پڑھنے سے قاصر تھی—

پندھویں صدی کے آخر میں ترکی (ازبیک) اقوام کو بھی لیلیٰ مجنوں کو جو ان کی مادری زبان ترکی (ازبیکی) میں لکھی تھی پڑھنے کا موقع میسر آیا—

مشرقی ادب میں خمسہ نویسی کا ادبی رواج تھا نشان خاطر رہے کہ خمسہ پانچ مثنویوں کے مجموعے کو کہتے ہیں-بہت سے شعراء نے خمسہ تصنیف کرنے کی کوشش کی لیکن ان میں صرف تین شاعر ہی اس تخلیقی سفر میں کامیاب ہو سکے-ایک تو فارسی گو ہندوستانی شاعر خسرو دہلوی (۱۳۲۵-۱۲۵۳ع)، دوسرے فارسی تاجک شاعر عبدالرحمن جامی (۱۴۹۲-۱۴۱۴ع) اور ازبیک شاعر علی شیر نوائی (۱۴۴۱-۱۵۵۱ع)—

نوائی کے خمسہ کو وسطی ایشیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے—اس کو کئی بار نقل کیا گیا ہے—خمسے کی داستانوں کی طویل فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر دور کے ادب میں اسے اہمیت حاصل رہی-ابوریحان البیرونی شرقیاتی انسٹیٹیوٹ کے فاؤنڈیشن میں اس کے ۱۱۶۶ مخطوطے محفوظ ہیں جن کو پندرھویں تا بیسویں صدی کے دوران نقل کیا گیا ہے-چوراسی نسخوں میں سبھی پانچ داستانیں موجود ہیں-باقی داستانیں ادھوری ہیں[4]—نوائی کے خمسہ کی تعداد اور عوام میں ان کی مقبولیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے وسط ایشیا کی ادبی اور روحانی زندگی میں اس تصنیف کو خاص اہمیت حاصل تھی-

[2]Alisher Navoiy ijodiy va ma’naviy merosining olamshumul ahamiyati (xalqaro ilmiy-nazariy anjuman materiallari). - T.:0 ‘zbekiston, 2011, 103-b.
[3] O’sha asar, 107-b.

[4]A. Hayitmetov. Navoiyning ijodiy metodi masalalari, T., 1963, 117-6.

نوائی نے تینوں خمسہ نگاروں کی تصانف کا غور سے مطالعہ کیا-وہ داستان کے مقدمے میں اپنے پیشرو شعراء کے نام بڑی عزت سے لیتا ہے-وہ نظامی کی داستان کو قلعہ کو، خسرو کی داستان کو خوب سجے ہوے محل کو، اپنی داستان کو قلعہ اور محل کے ارد گرد میں آباد شہروں اور باغات سے نسبت دیتا ہے وہ جانتا تھا کہ یہ مشکل کام ہے اس لیے کہا ہے "نظامی کے پنجے میں پنجہ مارنا آسان کام نہیں، شیر سے مقابلہ کرنے کے لیے شیر ہونا چاہیے اگر شیر نہیں تو شیر کی مانند ہونا چاہیے"—نوائی نے اپنی داستان کا نام "فراق نامہ"، "نامہ درد" رکھا ہے [5]

لیلیٰ مجنوں نوائی کے خمسہ کی تیسری داستان ہے جو ۱۴۸۴ع میں تالیف کی گئی تھی—یہ ۳۶۲۲ اشعار پر مشتمل ہے—نوائی کی یہ مثنوی بہر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف میں لکھی گئی ہے [6]-

نوائی کی اس مثنوی میں مشرقی ادب کے رواج کے مطابق دو معنے (تصور) ہیں: ایک ظاہری اور دوسرا باطنی—ظاہری مفہوم پڑھنے والے کو جلدی سمجھ آتا ہے یعنی دو انسانوں کی محبت کی عکاسی جو مجازی ہے—لیکن جو باطنی مفہوم ہے وہ رمزیہ اور حقیقی ہے وہ شاعر کے فلسفیانہ تصورات کا احاطہ کرتا ہے-

علی شیر نوائی نے لیلیٰ مجنوں کی سرگزشت عشق کو اپنے عہد کے اہم سماجی اور اخلاقی مسائل پر اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا-انہوں نے نسل و نسب سے قطع نظر انسانی حقوق کی حمایت میں اور آزادی نسواں کے حق میں آواز بلند کی ہے—

نامور سکالر یے-اے-بیرٹیلس رقم طراز ہے "لیلی مجنوں پر لکھے گئے جتنے نظیرے ہیں ان میں صرف نوائی کی یہ داستان بڑی ادبی اہمیت کی حامل ہے"-اس سے یہ عیاں ہوتا ہے عالمی ادب میں نوائی کی اس داستان کی مثال بہت کم ملتی ہے" [7]-

لیلیٰ مجنوں کا مقدمہ نو ابواب پر مشتمل ہے:

مشرق کے کلاسیکی ادب میں یہ رواج ہے کہ عام طور پر کتاب خدا کی مدح یعنی حمد سے، مناجات، اس کے بعد رسول اکرم محمد مصطفیٰ کی تعریف یعنی نعت سے شروع ہوتی ہے—

نوائی کی داستان کا پہلا باب بھی اس رواج کے مطابق خدا کی مدح کے لئے وقف ہے-اس میں شاعر ایک فلسفی کی حیثیت سے عالم کی اختراع، رات، دن چاند، سورج، تارے، بہار، خزاں کے موسم اور ان کی قدرتی صفات، انسان کا رتبہ، نیست سے زیست ہونا جیسے مسائل پر غور کرتا ہے-شاعر کہتا ہے کہ یہ سب خدا کی بے مثل عظمت کا اظہار ہے—خدا اپنی تجلی کے ذریعے انسانوں کے دل میں تمنا اور لگن پیدا کرتا ہے—

شاعر کا کہنا ہے کہ خالق کی تجلی لیلیٰ کی شکل میں بھی جلوہ کرتی ہے، اس سے اس کا منشا مخلوقات کو مجنوں کرنا ہے [8]

نوائی کو تصوف و عرفان ہٹ کر سمجھنا ناممکن ہے-حالانکہ نوائی کی مفکری اور دانائی اس میں ہے گرچند داستان میں متصوفانہ تصورات ہیں لیکن واقعات کی تہ میں مجازی عشق کا قصہ، سماجی بے عدلی کی ایسی تصویر کشی ہوئی ہے اس سے خود شاعر غم ناک و محزوں ہوتا ہے ایک جگہ لکھتا ہے کہ روتے روتے داستان کو مکمل کیا-

[5] T. Ahmedov. Alisher Navoiyning «Layli va Majnun» dostoni. T, «Fan», 1970, 29-6
[6] O'sha asar, 32-b.
[7] Е.Э.Бертельс.Избранные труды.Низами и Фузули.ИВЛ, М.,1962 .стр.302
[8] A. Hayitmetov. Navoiyning ijodiy metodi masalalari, T., 1963, 117-6.

دوسرے باب میں شاعر خدا کو مناجات کر کے اس سے اپنی خطاوں اور گناہوں کی مغفرت مانگتا ہے وہ داستان کو شروع کرنے سے پہلے خدا سے مدد و کمک کی گزارش کرتا ہے:

یارب! ترے در پہ وہ گدا ہوں
جو سر تا پا خطا ہوں
مرا مشک اس خطا سے ہوا کافور
کافور کے سنگ مرا مشک ہوا بے نور
میرے لئے یہ کام نہیں آسان
مگر تجھ میں اثر ہے آسان
میرے درد و ملال کو دیکھ، یارب
رحم کر میری اس حالت پہ، یارب
ترے شکر کے لئے مری زبان کو قائل کر
ترے سجدے کے لئے مرے سر کو مائل کر
جدا کر نہ اپنی ہدایت کو مجھ سے
نہ کہ کم تو کر اپنی عنایت کو مجھ سے
ہر قصے میں شکر زیادہ کر مری زبان پر
ہر غصے میں صبر بخش مرے دل میں

تیسرے باب میں نوائی رسول اکرم کے مدح میں آپ کے سب خصائل و فضائل کو سراہتا ہے:

تیری ہدایات رعایا کے لئے مثل قرض
تری سنت عوام کو مثل فرض
رخسار ترا ہے قرص خورشید
وہ مہر قمر وش ہوا جاوید

نوائی کی نعت رسول اکر محمد مصطفی ﷺ اور ان کے خاندان کے نام ایک لاکھ وصف کہنے پر ختم ہوتی ہے۔

چوتھا باب شب معراج کی تعریف میں ہے۔ کہتا ہے کہ اس شب کا رنگ بہت صاف مشک جیسا ہے، اس میں جو تارے ہیں ہر ایک پر سورج کو رشک آتا ہے۔

کہ رنگ اس کا تھا مشک ناب
ہر تارا تھا رشک آفتاب

یہاں وہ صنائع بدائع کا عمدہ استعمال کرتے ہوئے رسول اکرم کے براق پر سوار ہونے کی تصویر کشی کرتے ہوئے نہ صرف سیاروں، تاروں، بارہ برجوں کے نام لاتا ہے بلکہ ان کی صفات کو بھی بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پیغمبر اللہ کے پاس چاند کی شکل میں حاضری دے کر وہاں سے سورج بن کر واپس آئے۔ جاتے وقت گہر تھے وہاں سے بحر عما نمیں تبدیل ہو کر واپس ہوئے:

قمر تھا جانے میں واپس آیا مہر رخشاں

گوہر گیا نمودار ہوا بحر عمان

داستان کا پانچواں باب لفظ کی تعریف میں ہے—اس میں نظامی گنجوی اور امیر خسرو دہلوی کی بھی تعریف کرتا ہے۔لفظ کی تعریف کرتے ہوئے نوائی تحریر کرتا ہے:

اے لفظ، تو عجیب گوہر ہے

گوہر نہیں، بہر موج دار ہے

جتنا کہوں بند نہ ہونے والا ترانہ ہے تو

جتنا خرچ ہو ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے تو

نظامی گنجوی کے مدح میں نوائی تلمیح سے کام لیتا ہے کہ اپنی فضیلت میں وہ موسیٰ جیسا ہے جو کوہ طور پر کھڑا ہے، قناعت کے باب میں قاف میں بیٹھے عنقا کی مانند ہے—

خسرو دہلوی کو ساحر ہند کہلاتا ہے، اس نے جو کچھ تخلیق کیا ہے وہ حسن میں کشمیر جیسا ہے:

دیکھ کر یہ طلسم ساحر ہند

جادو گری میں ماہر ہند

ہر نظم اور ہر اس کی تحریر

حسن میں مانند سواد کشمیر

چھٹے باب میں مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی کی مدح ہوتی ہے—نوائی جامی کے نام میں جو نور لفظ ہے اس پر زور دیتے ہوئے کہتا کہ ان کا نام بھی نور، ذات بھی گویا وہ نور علی نور ہیں—

مثنوی کے ساتویں باب میں اس دور کے حکمران سلطان حسین بیقرا کی توصیف ک کی گئی ہے—نوائی اس کو شریعت کے محافظ، انصاف پسند اور سخی بادشاہ، علم فقہ میں ابو حنیفہ قرار دیتا ہے—وہ اپنی شمشیر سے شیر کو بھی ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہے، لیکن چیونٹی کو نقصان پہنچتے دیکھ کر آنسو بہانے والا شاہ تھا۔

آٹھواں باب شہزادہ بدیع الزماں کی تعریف میں لکھا ہے۔

اس کی عدالت اور سخاوت کی تعریف علاوہ اس کے قہر و غضب کا ذکر بھی کیا ہے—

مثنوی کا نواں باب رات کی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ اصل میں یہ باب مقدمہ اور داستان کے اساسی حصے کو ملانے والے پل کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس میں شاعر کے اس تصور کا بیان ملتا ہے کہ وہ فکر و خیال کے گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کرنے نکلتا ہے۔ جب وادی عشق میں پہنچتا تو گھوڑا لڑھک کر آگے چل نہیں سکتا۔ تیز بارش اور آندھی شروع ہو جاتی۔ بادل گرجنے اور بجلی چمکنے لگتی۔ بجلی کی روشنی میں شاعر جنگلی جانوروں کو، انسانوں کی ہڈیوں کو دیکھتا جو لکڑی کی طرح تہ بتہ پڑی ہیں۔

تصوف کے بڑے محقق نجم الدین کاملوف اپنی تصوف نام کی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ ان سب تصاویر کا کوئی مفہوم ہے۔ یہ رات ہجر کی رات ہے، یہ وادی عشق کی وادی ہے، جنگلی جانور بلا اور آفتیں ہیں جو عاشق پر نازل ہوتی ہیں، ہڈیاں عشق کی قربانیوں کی علامت ہیں۔ خود اپنی ذات سے، اپنے الہ سے بچھڑا ہوا مسافر، افسردہ روح مجنوں ہے، وہ اس وادی میں اپنا سر خم کیے بیٹھا ہے۔ یہاں نوائی دو تشبیہات استعمال کی ہیں۔ شاعر رات کو لیلیٰ کے بالوں کے ساتھ مشابہ کرتا ہے، بجلی کو لیلیٰ کے چہرے کے کھلنے کے مانند ٹھہراتا ہے۔

لیلیٰ کا چہرہ نور الٰہی کا منبع ہے، اس کے لمبے بال دنیائے مادی ہے، دام فراق ہے، اس نور کے منبع کی بجلیاں سب مجنوں کے دلنشیں ہیں۔

دوسری تشبیہ: نوائی عشق کی وادی میں نار ایمن کو (اس درخت کو جس کی ڈالیں شعلہ افروز ہیں) دیکھتا ہے۔ جب قصہ شروع ہوتا ہے تو لیلیٰ اور قیس کی پہلی ملاقات کے بیان کے وقت نوائی مذکورہ تشبیہ کو دہراتے ہوئے کہتا ہے کہ مجنوں کے چہرے کو وہ اس شعلہ افشاں درخت قرار دیتا ہے، گویا لیلیٰ کے چہرے کے شعلے سے مجنوں کا دل آتشی ہو ہوا ہے۔

دسویں باب سے داستان کا اساسی حصہ شروع ہوتا ہے۔

References

1. Ahmedov T. Alisher Navoiyning «Layli va Majnun» dostoni. T, «Fan», 1970 (Ahmedov T. Alisher Navai's «Leyla and Majnun» . Tashkent, «Fan», 1970). (in Uzbek).

2. Alisher Navoiy ijodiy va ma'naviy merosining olamshumul ahamiyati (xalqaro ilmiy-nazariy anjuman materiallari). - T.:0 'zbekiston, 2011 (Universal significance of creative and spiritual heritage of Alisher Navai (materials of the international scientific-theoretical conference - Tashkent. Uzbekistan, 2011). (in Uzbek).

3. Бертельс Е. Э.Избранные труды.Низами и Фузули.ИВЛ, М.,1962 (Bertels E. E. Selected works. Nizami and Fuzuli. IVL, M., 1962) . (in Russian).

4. Hayitmetov A. Navoiyning ijodiy metodi masalalari, T., 1963(Questions of artistic method of A. Navai) (in Uzbek).

5."The significance of the creative inheritance of Alisher Navoi in the spiritual and educational development of the humankind" international scientific conference february 11, 2017. Navoi, 2017